علمائے دین: اسلام اور مسلمانوں کے پشتیبان

مولانا حبیب الرحمن اعظمی
مدیر: ماہنامہ دار العلوم دیوبند

یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ اسلام کے نام لیوا اور اس کے شیدائیوں کے مقابلہ میں اسلام کے مخالفین ومعاندین کی تعداد ہر دور اور ہر زمانہ میں زیادہ رہی ہے اور اسلام کو اپنے ابتدائے قیام سے آج تک نہ جانے کتنے فتنوں سے دوچار ہونا پڑا ہے، لیکن اس تاریخی شہادت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ علمائے اسلام اور صلحائے امت نے ان تمام فتنوں کا نہایت پامردی سے مقابلہ کیا ہے اور اسلام کے حریفوں کو ہر محاذ پر شکست دے کر اسلام کے کارواں کو آگے بڑھایا ہے۔

چنانچہ اسلام پر اوّل ترین حملہ مادیت کی راہ سے ہوا موروثی حکومت کے تسلسل اور دولت وثروت کی فراوانی سے اسلامی معاشرہ میں تعیش اور راحت پسندی کا عمومی رجحان پیدا ہوگیا تھا جس سے یہ خطرہ ہو چلا تھا کہ خدانخواستہ ملت اسلامیہ بھی اگلی امتوں کی طرح تعیش کی نذر نہ ہو جائے، اس فتنہ کے مقابلہ کیلئے حضرات تابعین کی جماعت میدان میں نکل پڑی اور اپنے وعظ ونصیحت، دعوت وتبلیغ اور حرارت ایمانی کے ذریعہ مادیت کے اس سیلاب بلاخیز کو آگے بڑھنے سے روک دیا اور امت کو اس طوفان سے بچالیا۔

اس کے بعد اسلام پر دوسرا حملہ عقلیت کی راہ سے ہوا، یونانی فلسفہ نے سطحی ذہنوں کو اپنی گرفت میں لے کر اسلامی عقائد واعمال کے خلاف ایک طوفان کھڑا کر دیا جس سے متاثر ہو کر امت دو حصوں میں تقسیم ہوگئی، ایک کی قیادت فقہاء اور محدثین کر رہے تھے اور دوسرے کی عقلیت زدہ معتزلہ۔ یہ فتنہ چونکہ علمی انداز میں برپا کیا گیا تھا اور بدقسمتی سے حکومتِ وقت کی سرپرستی بھی اسے حاصل ہوگئی تھی، اس لئے ایسا معلوم ہونے لگا تھا کہ اسلامی علوم وعقائد یونانی افکار ونظریات کے مقابلہ میں اپنی توانائی اور سربلندی قائم نہ رکھ سکیں گے، ان سنگین حالات میں علماء ہی کی

صف سے ایک بزرگ سر سے کفن باندھ کر میدان میں کود پڑے اور اس جرات واستقامت کے ساتھ کہ خلیفۂ وقت مامون الرشید کے تہدیدی فرامین اور معتصم باللہ کے طوق وسلاسل اور تازیانے ان کے پائے استقامت میں لغزش پیدا نہ کر سکے، بالآخر اس مرد جلیل کی ثابت قدمی کی برکت سے یہ فتنہ سرد پڑ گیا اور امت ایک عظیم وتباہ کن خطرہ سے مامون ومحفوظ ہو گئی۔

تیسری صدی میں معتزلہ نے اپنی عقلیت پسندی اور اپنی بعض نمایاں شخصیتوں کے سہارے اس سوئے ہوئے فتنہ کو پھر سے جگانا چاہا، لیکن امام ابوالحسن اشعری جو پہلے انھیں کے کیمپ کے ایک فرد تھے اور ان کے تمام ہتھ کنڈوں سے اچھی طرح واقف تھے ان کے مقابلہ میں آگئے اور بحث ومناظرہ اور زبانی تفہیم وتقریر کے ذریعہ ان کے حوصلوں کو پست کر دیا اور آئندہ ان کے مقابلے کیلئے ایک سو سے زائد نہایت اہم اور وقیع کتابیں بھی تصنیف کر دیں اور ساتھ ہی اپنے تلامذہ کی ایک اچھی خاصی جماعت بھی تیار کر دی جس نے ہر علمی محاذ پر معتزلہ کا تعاقب کیا اور انھیں میدان چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔

معتزلہ کی اس شکست کے بعد اسی فلسفہ یونان کی کوکھ سے ایک نئے فتنہ نے جنم لیا جو اسلام کے حق میں اعتزال سے بھی زیادہ خطرناک تھا، یہ تھا باطنیت کا فتنہ اس فتنہ کے بانیوں نے اپنی ذہانت اور یونانی فلسفے کی مدد سے دین اسلام کے اصول ونصوص اور قطعیات میں تحریف وتنسیخ کا دروازہ کھول دیا اور اسی کے ساتھ اسلام واہل اسلام کے خلاف قوت وطاقت کا مظاہرہ بھی کیا جس کی بنا پر اسلامی حکومتیں عرصہ تک پریشان رہیں اور اسلام کی بہت سی منتخب شخصیتیں اس تشدد آمیز فتنہ کا شکار ہو گئیں۔

اس عظیم فتنہ کی سرکوبی کیلئے بھی صف علماء ہی سے ایک مردِ کامل آگے بڑھے جنھیں ہم امام غزالیؒ کے نام سے جانتے پہچانتے ہیں، انھوں نے براہ راست باطنیوں سے مقابلہ آرائی کے بجائے فلسفہ یونان کو نشانہ بنایا جو اکثر فرقِ باطلہ کا ماخذ ومصدر تھا اور اپنے علمی تبحر، قوت استدلال سے اس کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں اور ان فتنوں کے چشموں کو ہمیشہ کے لیے بند کر دیا، امام غزالیؒ کے ساتھ اس اہم خدمت میں امام رازی اور ابن رشد کے کارنامے بھی بھلائے نہیں جا سکتے۔

خیر یہ سارے واقعات تو زمان ومکان کے اعتبار سے آپ سے دور تر ہیں، خود اپنے ملک ہندوستان کی تاریخ پر نظر ڈالیے، عہد اکبری میں "دین الٰہیہ" کے عنوان سے اسلام کے خلاف جو عظیم فتنہ رونما ہوا تھا جس کی پشت پر اکبر جیسے مطلق العنان فرماں روا کی جبروتی طاقت بھی تھی، لیکن حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ہمنوا علماء نے اپنے پایۂ استقامت سے اس فتنہ کے سر کو ہمیشہ کے لیے کچل دیا۔

اور اس آخری دور میں سلطنت برطانیہ کے جلو میں الحاد وزندقہ کا فتنہ نمودار ہوا تھا اس کے مقابلہ میں بھی اگر کوئی

جماعت نبرد آزما نظر آتی ہے تو وہ علماء ہی کی جماعت ہے، جنھوں نے سفید فام انسان نما وحشی درندوں کے ہر جور و ستم کو برداشت کر کے اسلام اور آئین اسلام کی حفاظت کی، اور شہر شہر، قصبہ قصبہ اور قریہ قریہ مدارس کی شکل میں انسان کی چھاؤنیاں قائم کر کے پورے ملک میں اسلام کے سپاہیوں کا ایک جال بچھا دیا۔

اور اللہ کا شکر ہے کہ اسلام کے یہ سپاہی آج بھی اسلام کے عقائد و اعمال کی حفاظت و اشاعت میں پورے طور پر مصروف ہیں، یہی وجہ ہے کہ اسلام کی جڑیں دیگر بلاد اسلامیہ کے مقابلہ میں ہمارے ملک میں زیادہ مضبوط ہیں اور ہم بحمد اللہ اس پوزیشن میں ہیں کہ معاندین اسلام کی آنکھوں سے آنکھیں ملا کر کہہ سکتے ہیں۔

ادھر آ اے ظالم ہنر آزمائیں تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

اس لئے آج کے نام نہاد اسلام کے ہمدردوں کو علمائے اسلام پر اعتراض کرنے سے پہلے ان کے کارناموں پر غور کرنا چاہئے، مجھے یقین ہے کہ جو لوگ جماعت علماء پر قوم کے استحصال کا الزام لگاتے ہیں اگر انھیں اسلامی علوم و عقائد اور دینی اخلاق و کردار کے تحفظ و بقا اور اس کے استحکام و اشاعت کے سلسلے میں علمائے اسلام کی خدمات سے ادنیٰ واقفیت بھی ہوتی تو وہ انھیں مورد الزام ٹھہرانے کے بجائے ان کے شکر گذار ہوتے۔

تاریخ اور تجربہ کی بنیاد پر بلا خوف و تردد یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ موجودہ دور میں اور آئندہ بھی علمائے دین ہی کی جماعت اسلام اور مسلمانوں کی پشتیبان بن سکتی ہے، بلند بانگ دعووں، خوش کن تجویزوں اور جذباتی تقریروں سے کچھ دیر کے لیے گرمی محفل کا سامان فراہم کیا جاسکتا ہے اور ہوش سے عاری پر جوش نوجوانوں سے زندہ باد کا نعرہ بھی لگوایا جاسکتا ہے، لیکن ان خالی دعووں سے کسی سنجیدہ، مستحکم، اور ٹھوس نتائج کی توقع نہیں کی جاسکتی کیونکہ بقول امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ماضی سے مضبوط رشتہ کے بغیر امت کی صلاح و فلاح کا تصور ایک فریب ہے، اور آج جو بھی ملت کے درد سے بے چین ہو کر اٹھتا ہے وہ سب سے پہلے ملت کے ماضی ہی پر تیشہ چلاتا ہے، آج کل کے نوخیز قائدین کو یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ ماضی کے آئینہ کو داغدار بنا کر تابندہ حال اور روشن مستقبل کا خواب دیکھنا، سراب کو آب زلال سمجھنے کی غلطی میں مبتلا ہونا ہے، اسلاف کے نقش قدم سے ہٹ کر جو کارواں بھی زندگی کی راہوں کی تلاش میں نکلے گا وہ مقبروں کی بھول بھلیوں میں بھٹک کر رہ جائے گا۔

☆☆☆